پروفیسر عابد صدیق۔ بہاولپور

# استحکام پاکستان اور اُس کے تقاضے

یہ بات بہت واضح ہے کہ کسی بھی نظریے میں قوت محض اس کے عملی مظہر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جبتک کسی نظریئے کے ظہور کی کوئی شکل موجود نہ ہو وہ نظریہ، نظریہ کہلانے کا مستحق نہیں رہتا۔

پاکستان —— جو ایک نظریاتی مملکت ہے اُس کے استحکام کی صرف ایک صورت ہے کہ اُس نظریئے کی حفاظت کیجائے جو اُس کے وجود میں آنے کا سبب تھا۔ نظریئے کی حفاظت سے مقصود یہ ہے کہ اِس نظریہ کو عملی زندگی میں جاری ساری دیکھا جاسکے۔ یعنی اسلام کو ایک معاشرتی قوت اور تمدنی طاقت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہونے کے لئے ہم خود کو پیش کریں۔ اِسلام محض ایک خالی نظریہ کی شکل میں دُوسرے کتابی مذاہب سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ اس کا امتیاز یہ ہے کہ اسلام زندگی میں نافذ ہونے کے لئے آیا ہے۔

ہماری قوم آج ایک تضاد کا شکار ہے اور وہ تضاد یہ ہے کہ نظریئے اور عمل کا رشتہ کٹ گیا ہے۔ چنانچہ نہ نظریئے میں قوت باقی رہی ہے اور نہ عمل کے پیچھے کوئی مُثبت مقصدِ حیات نظر آتا ہے۔ اور نتیجتاً پاکستان کا استحکام اور نظریۂ پاکستان ایک کھوکھلے نعرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور ہم اپنا قومی تشخص ملی وجود اور اسلامی کردار کھو چکے ہیں۔ شکل و صُورت، لباس، چال ڈھال، مُعاشرتی روابط اور سماجی اخلاق میں کوئی ایسی چیز باقی نظر نہیں آتی جو ہمیں دوسری قوموں سے الگ اور ممتاز کرسکتی ہو اور دیکھنے والا کہہ سکے کہ وہ ایک مسلمان کو، ایک پاکستانی کو، یا ایک اِسلامی نظریاتی مملکت کے باشندے کو دیکھ رہا ہے۔ گویا ہم اسلام کو اپنی انفرادی زندگی میں اپنے خاندان میں، اپنے معاشرے میں، اور پھر اپنے ملک میں، کسی بھی سطح پر نافذ کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہمارے ڈرائنگ روم سے آفس تک، باورچی خانے سے طعام گاہ تک، ہماری ضرورتوں سے بازار تک اور خود ہم پاؤں سے لے کر سر تک ایک ایسی تہذیب میں رنگے جا رہے ہیں اور رنگے جا چکے ہیں جسے اُس نظریئے سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں جس کا ہم صبح سے شام تک خالی ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے کہے جاتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

پاکستان کے استحکام کا مطلب اُس نظریئے کو عمل کے ذریعے قوت بہم پہنچاتا ہے جس کی خاطر ہم نے اسے

حاصل کیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کے لئے یہ ملک عطا فرمایا تھا۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ صلح حدیبیہ سے قبل، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ تشریف لے جاتے ہیں، تو ایک لنگی باندھے ہوتے ہیں جو نصف پنڈلی تک آتی ہے۔ آپ سے مکہ والے پوچھتے ہیں کہ عثمان تم نے یہ غلاموں کا سا لباس کیوں پہن رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صاحب کو اسی طرح پہنتے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک راستے پر چلتے ہوئے چند قدم سر جھکا کر چلتے ہیں۔ اور پھر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا ——— ؟ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہاں سے گزرے تھے تو اس جگہ درخت تھا جس کی شاخیں راستے پر جھکی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے اسی طرح گزرے تھے، عرض کیا گیا کہ لیکن اب تو وہ درخت نہیں ہے۔ فرمایا کہ درخت ہو نہ ہو، ہم وہی کریں گے جو ہمارے صاحب نے کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر بن کر جاتے ہیں۔ کھانے کے دوران لقمہ زمین پر گر جاتا ہے، اُسے اُٹھاتے ہیں صاف کرتے ہیں اور کھا لیتے ہیں۔ عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت یہ لوگ ایک عرصے سے بادشاہوں کے ماتحت رہنے کی وجہ سے ایسی باتوں کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں کہ کیا میں ان احمقوں کے لئے اپنے صاحب کا طریقہ چھوڑ دوں ——— ؟

اُن حضرات نے جس کو اپنا صاحب سمجھا پھر اسکی ایسی پیروی کی۔ چنانچہ اُن کے عمل نے ایسی قوت انہیں عطا کی کہ جس کا ذکر کرتے ہی ——— کمزوروں کے دل قوی ہو جاتے ہیں۔ اب ہم اپنا حال دیکھیں کہ ہم نے کس کو اپنا صاحب بنا رکھا ہے اور جس نظریئے کا ہم راگ الاپتے ہیں وہ ہم سے کس عملی زندگی کا تقاضا کرتا ہے ——— ؟

صاف ظاہر ہے کہ جب تک ہم نظریہ و عمل کے اس تضاد سے باہر نہیں نکل آتے۔ ہمارا ملی وجود گوناگوں بحرانوں کی زد سے کبھی باہر نہیں آ سکتا ——— !


نرخنامہ اشتہارات

نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ۱۰۰۰/= روپے
ٹائیٹل دوسرا اور تیسرا صفحہ ۸۰۰/= روپے
عام صفحہ (سالم) ۲۰۰/= روپے
" " (۱/۲) = ۲۵۰/ روپے
" " (۱/۴) = ۱۲۵/- روپے

مستقل معاونین کے لئے خصوصی رعایت ہوگی